سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۵

عِلاجِ کبر

الماری اسرار کے تالے کو ذرا کھول
ظاہر ہوا جاتا ہے ترے ڈھول کا سب پول
اے نطفۂ ناپاک تو آنکھیں تو ذرا کھول
زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تجھے بول
(اختر)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵

علاجِ کبر

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

www.khanqah.org

ضروری تفصیل

وعظ : علاجِ کبر

واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۲۲ ذی القعد ۱۴۰۸ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۸ء بروز جمعرات

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز منگل

۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ

۳ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعہ

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۳ جنوری ۲۰۱۵ء

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

پیش لفظ

پیش نظر وعظ ’’علاجِ کبر‘‘ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اطال اللہ بقاءھم وادام اللہ فیوضھم وبرکاتھم وانوارھم کے چار مواعظ کا مجموعہ ہے جو مختلف تاریخوں اور مختلف اوقات میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں بیان فرمائے۔ پہلا وعظ ۲۲ ذی القعدہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۸ء بروز جمعرات غالباً بعد فجر بیان فرمایا۔ دوسرا وعظ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز منگل بعد عصر اور تیسرا وعظ اگلے دن ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ بعد فجر اور چوتھا وعظ ۳ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعہ ۱۱ بجے صبح ہوا۔ یہ مجموعہ تکبر کی اصلاح کے لیے نہایت عجیب اور کیمیا اثر ہے، جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اور بزرگوں کے واقعات کے ساتھ اس مرض کا علاج نہایت مؤثر اور دلنشیں انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ موضوع اگرچہ سنگین تھا لیکن حضرت اقدس مدظلہٗ کے دردِ دل، سوز وگداز اور کیفیتِ عشقیہ نے جو حضرت والا کے کلام کا خاصہ ہے اس کو نہایت اثر انگیز کردیا ہے، اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو اس سے منتفع فرمادے۔ اور حضرت والا دامت برکاتہم کے لیے اور احقر جامع ومرتب کے لیے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بناوے، آمین۔ اس رسالے کو ابتدا تا انتہا حضرت والا دامت فیوضہم نے خود بھی ملاحظہ فرمالیا ہے۔

مرتب:

یکے از خدام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

علاجِ کبر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾[1]

وَقَالَ تَعَالٰى وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾[2]

وَقَالَ تَعَالٰى اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا[3]

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

”بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔“

یعنی جو لوگ اپنے کو کسی درجہ میں بڑا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بڑائی آئی اور اللہ تعالیٰ کی محبت ٹوٹ گئی، سارا معاملہ ختم ہو گیا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ متکبر سے محبت نہیں فرماتے تو وہ غیر محبوب ہوا۔ اس قضیہ کا عکس کر لیجیے تو یہ مطلب نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے ناراضگی ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ اس قضیہ کا عکس کیا جائے تو یہ مطلب نکلے گا کہ ناراضگی ہے۔ پس جو لوگ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتے ہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں۔ اِنَّهٗ لَا

---

[1] النحل:٢٣

[2] الجاثية:٣٧

[3] التوبة:٢٥

یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نہ تو محبت کرتا ہے اور نہ آیندہ کرے گا جو لوگ کہ متکبر ہیں اور متکبر رہیں گے یعنی جب تک توبہ نہ کریں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہیں گے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ جو ملفوظات کمالات اشرفیہ میں ہے اس آیت کی بہترین تفسیر ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے کہ میں دنیا میں سب سے زیادہ نالائق و گناہ گار ہوں، اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو رہا ہے اور سر سے پیر تک میں قصور وار ہوں تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں معزز ہوتا ہے، بڑا ہوتا ہے، جب اپنی نظر میں وہ بُرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھلا ہوتا ہے، اور جب اپنی نظر میں وہ بھلا ہوتا ہے تو اللہ کی نظر میں وہ بُرا ہوتا ہے۔ لہٰذا سوچ لینا چاہیے کہ ہم اپنی نظر میں بھلے ہو جائیں تو فائدہ ہے یا ہم اللہ کی نظر میں بھلے ہو جائیں تو ہمارا فائدہ ہے، انسان اپنی عقل سے فیصلہ کرلے۔

آگے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اصل میں بڑائی کا حق بھی تو تم کو نہیں ہے۔ فرماتے ہیں وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ بڑائی اللہ ہی کو زیبا ہے صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے، لام بھی تخصیص کا اور تَقْدِیْمُ مَا حَقُّہُ التَّاخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ اللہ تعالیٰ کا یہ اسلوبِ بیان خود بتاتا ہے کہ کبریائی اور بڑائی صرف اللہ کا حق ہے جس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ لہٰذا وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ کے لیے بڑائی ہے بلکہ ترجمہ یہ ہوگا کہ بڑائی صرف اللہ ہی کے لیے ہے اور کسی مخلوق کے لیے بڑائی نہیں۔ وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کو بڑائی ہے آسمان و زمین میں وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور وہ زبردست طاقت والا اور زبردست حکمت والا ہے۔

اب یہاں ان دو اسماء کے نازل کرنے میں کیا خاص بات ہے؟ ننانوے ناموں میں سے یہاں عَزِیْزٌ وَ حَکِیْمٌ کیوں نازل فرمایا؟ بات یہ ہے کہ بڑائی کی وجوہات صرف دو ہی ہوتی ہیں۔ ”زبردست طاقت اور زبردست طاقت کا حسن استعمال“ یعنی حکمت اور قاعدہ سے طاقت کا استعمال، لہٰذا ان ناموں کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ میری بڑائی کی وجہ یہ ہے کہ میں زبردست طاقت رکھتا ہوں، جس چیز کا اردہ کرلوں بس کُنْ کہتا ہوں اور وہ چیز وجود

www.khanqah.org

میں آجاتی ہے۔ کُنۡ فَیَکُوۡنُ اور میری زبردست طاقت کے ساتھ ساتھ میری زبردست حکمت، دانائی، سمجھ اور فہم کار فرما ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ وہاں طاقت کا استعمال ہونا چاہیے اس طریقے سے میری طاقت حکمت کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔

دیکھیے اگر کسی گھر میں کوئی لڑکا زبردست طاقت والا ہو جائے لیکن ہو بے وقوف تو پھر کسی کی خیریت نہیں ہے، کیوں کہ اس کو اندازہ ہی نہیں کہ طاقت کو کہاں استعمال کرنا چاہیے، کبھی ابا کو ایک گھونسہ لگادیا، کبھی چھوٹے بھائی کو لگادیا، کبھی اماں کو پیٹ دیا۔ اس لیے بڑائی کا وہ مستحق ہے جو زبردست طاقت کو زبردست حکمت کے ساتھ استعمال کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم زبردست طاقت والے اور زبردست حکمت والے ہیں۔ اور جو احادیث اس کی شرح کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث قدسی یہ ہے جس کو ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے بندوں سے:

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ رِدَائِيْ قَصَمْتُهٗ[۴]

بڑائی میری چادر ہے جو اس میں گھسنے کی کوشش کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔

اور تیسری آیت جو حضرت حکیم الامت نے خطبات الاحکام میں عجب و کبر کے بیان میں تلاوت فرمائی وہ ہے:

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا[۵]

اور یاد کرو جب جنگِ حُنین میں اپنی کثرت پر تم کو ناز ہوا تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

طائف اور مکہ کے درمیان میں ایک وادی ہے جس کا نام حنین ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں کافروں کی تعداد چار ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔[۶] لہٰذا بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پر کچھ نظر ہوگئی کہ ہم

۴۔ کنزالعمال: ۳/۵۲۲ (۷۷۴۱)، فصل فی الاخلاق والافعال المذمومة، مؤسسة الرسالة- مرقاة المفاتیح: ۳/۲۴۷، باب صلٰوة اللیل، مؤسسة الرسالة، بیروت

۵۔ التوبة: ۲۵

۶۔ التفسیر المظهری: ۴/۱۵۴

لوگ آج تعداد میں بہت زیادہ ہیں، بس آج تو بازی مارلی، آج تو ہم فتح کر ہی لیں گے اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ آج ہم کسی طرح مغلوب نہیں ہوسکتے یعنی اسباب پر ذرا سی نظر ہوگئی، اپنی کثرتِ تعداد پر کچھ ناز سا پیدا ہوگیا کہ ہم آج تعداد میں کفار سے بہت زیادہ ہیں، آج تو فتح ہو ہی جائے گی۔ چناں چہ شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری شکست کی وجہ یہی ہے کہ تمہیں اپنی کثرت بھلی معلوم ہوئی اور ہماری نصرت سے نظر ہٹ گئی، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب انہوں نے توبہ و استغفار کی تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم آگیا، پھر فوراً مدد آگئی اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ فتح مبین نصیب فرمائی۔

کبھی بڑائی بڑے خفیہ طور سے دل میں آجاتی ہے، خود انسان کو پتا نہیں چلتا کہ میرے دل میں تکبر ہے، کبھی آدمی کے دل میں بڑائی ہوتی ہے اور زبان پر تواضع ہوتی ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے منہ سے اپنی خوب حقارت بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں صاحب، حقیر ناچیز بندہ ہوں لیکن اگر کوئی کہہ دے کہ واقعی آپ کچھ نہیں ہیں، آپ حقیر بھی ہیں اور ناچیز بھی ہیں تو پھر دیکھیے ان کا چہرہ فق ہوجاتا ہے کہ نہیں، اور دل میں ناگواری محسوس ہوگی۔ یہی دلیل ہے کہ یہ دل میں اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھتا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی زبانی تواضع بھی تکبر سے پیدا ہوتی ہے کہ اس کو اپنی بڑائی کا ذریعہ بناتے ہیں تاکہ لوگوں میں خوب شہرت ہوجائے کہ فلاں صاحب بڑے متواضع ہیں، اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اس تواضع اور خاکساری کا منشا تکبر اور حبِ جاہ ہے۔ چناں چہ اگر لوگ اس کی تعظیم نہ کریں تو اس کو ناگواری ہوتی ہے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ تواضع اللہ کے لیے نہیں تھی ورنہ لوگوں کی تعظیم اور عدم تعظیم اس کے لیے برابر ہوتی۔ اس لیے یہ بڑائی بہت دن کے بعد دل سے نکلتی ہے، تکبر کا مرض بہت مشکل سے جاتا ہے۔ اسی بڑائی کو نکالنے کے لیے بزرگانِ دین، مشائخ اور اللہ والوں کی صحبت اٹھانی پڑتی ہے، شیخ کے ساتھ ایک زمانہ گزارا جاتا ہے، پھر وہ رگڑ رگڑ کر بڑائی نکال دیتا ہے اور خصوصاً وہ شیخ جو ذرا کڑا بھی ہو یعنی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہو پھر تو وہاں بہت جلد بڑائی نکل جاتی ہے۔ جیسے ہمارے میر صاحب کا شعر ہوا ہے۔ میر صاحب کو پچھلے جمعہ کو بھرے مجمع میں جو ڈانٹ پڑی تو انہوں نے ایک شعر کہا۔

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتل کبر و عجب و جاہ

بھرے مجمع میں جب شیخ ڈانٹ دیتا ہے، استاد ڈانٹ دیتا ہے تو کیسی اصلاح ہوتی ہے، جس کو بہت عمدہ تعبیر کیا ہے ماشاء اللہ، نظر نہ لگے ان کو ؂

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتل کبر و عجب و جاہ
اس کے عوض دلِ تباہ میں تو کوئی خوشی نہ لوں

شیخ کی غضبناک نگاہیں قاتل کبر و عجب و جاہ ہیں، وہ عجب و کبر اور جاہ کو قتل کر دیتی ہیں۔ اس کے عوض دل تباہ یعنی اے دلِ تباہ! اس کے بدلے میں مجھے دنیا کی کوئی خوشی نہیں چاہیے۔ یہ بڑی عظیم الشان نعمت ہے کہ جس کا نفس مٹ جائے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو ایک پرچہ پر اپنی حاضری کا مقصد ایک شعر میں لکھ کر بھیج دیا۔ وہ شعر یہ تھا ؂

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

اپنے نفس کو مٹانا یہی سلوک کا حاصل ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا علم معمولی نہیں تھا، مشرقِ وسطیٰ میں جس کو آپ مڈل ایسٹ کہتے ہیں ان کے علم کا غلغلہ مچا ہوا تھا، زبردست خطیب، بہترین ادیب، بہترین عربی داں، عربی ان کے لیے ایسی تھی جیسی ہماری آپ کی اُردو، بلکہ ان کی اُردو سے بھی زیادہ ان کی عربی اچھی تھی۔ اس کے باوجود جب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت تصوف کس چیز کا نام ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو مجھ جیسا طالبِ علم کیا بتا سکتا ہے۔ البتہ جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے اسی سبق کی تکرار کرتا ہوں یعنی اسی کو دوبارہ دہرا دیتا ہوں۔ دیکھیے یہ تھی حضرت کی شانِ فنائیت و تواضع، فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو مجھ جیسا طالبِ علم کیا بتا سکتا ہے۔ اتنا بڑا مجددِ زمانہ اور آفتابِ علم، اکابر علماء کا شیخ اپنے کو طالبِ علم کہہ رہا ہے۔

تکرار کے معنیٰ اُردو میں جھگڑے کے آتے ہیں۔ اگر آپ کسی گاؤں میں جائیں تو آپ یہ کبھی نہ کہیے کہ میں تکرار کرنا چاہتا ہوں۔ طالبِ علم تو اپنی کتاب کے سبق کو دوبارہ دہرانے کو

تکرار کہتے ہیں، تکرار کے معنٰی ہیں بار بار، لیکن کیوں کہ جھگڑے میں بھی بار بار ایک دوسرے کو وہی ایک بات کہتا ہے کہ تو اُلّو گدھا، دوسرا کہتا ہے تو الّو گدھا، کیوں کہ ایک لفظ کا بار بار تکرار ہوتا ہے اس لیے جھگڑے کا نام بھی تکرار رکھ دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب آج تو لالو کھیت میں دو آدمیوں میں تکرار ہو گئی لیکن علمی ماحول میں تکرار کے معنٰی ہیں سبق کا دہرانا۔

تو حضرت نے فرمایا کہ میں اسی سبق کو دہراتا ہوں وہ کیا سبق ہے؟ اس سبق کا حاصل اور خلاصہ کیا ہے؟ اپنے کو مٹادینا۔ فرمایا تصوّف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا۔ جس دن یہ یقین ہو جائے کہ میں کچھ نہیں بس اس دن وہ سب کچھ پا گیا۔ جس کو یہ احساس ہوا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اس کو سب کچھ مل گیا اور یہ کب ہوتا ہے؟ جب دل میں اللہ کی عظمت کا آفتاب بلند ہوتا ہے تب تکبر کے ستارے فنا ہوتے ہیں، جب شیر سامنے آتا ہے تب جنگل کی لومڑیوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کبر و عجب لومڑیاں ہیں، جب شیر سامنے نہیں ہوتا تو اکڑتی پھرتی ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا شیر دل میں غرّائے اور اللہ اپنی محبت کا سورج دل میں چمکائے اس وقت میں بندہ کیسے اِترائے! جس دل پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف ہو جاتا ہے پھر وہ تکبر نہیں کر سکتا۔

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ان کی مجلس کو جن لوگوں نے دیکھا ہے بتاتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت کی مجلس کی بالکل نقل تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

کہ جب بادشاہ کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں۔

وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً [ک]

اور اس کے معزز لوگوں کو گرفتار کر لیتے ہیں، ذلیل کر دیتے ہیں۔ یعنی بڑے بڑے لوگوں کو، بڑے بڑے سرداروں کو گرفتار کر لیتے ہیں تاکہ کبھی بغاوت نہ کر سکیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس کے قلب میں اپنی عزت کا اور اپنی

ک النمل: ۳۴

عظمتوں کا جھنڈا لہراتے ہیں، جس کے دل کی بستی کو اپنے لیے قبول فرماتے ہیں، اس دل کے کبر کے چوہدری کو، عجب کے چوہدری کو اور ریا کے سردار کو گرفتار کر لیتے ہیں، اس کے نفس کو مٹادیتے ہیں۔ لہٰذا کبر اور نسبت مع اللہ جمع نہیں ہوسکتے، وہ شخص ہرگز صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو۔

اس لیے حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اشرف علی تمام مسلمانوں سے ارذل ہے، سارے مسلمانوں سے کمتر ہے فی الحال۔ یعنی اس حالت میں بھی سب مسلمان مجھ سے اچھے ہیں کیوں کہ کیا معلوم کہ کس کی کیا خوبی اللہ کے یہاں پسند ہے، اللہ ہی جانتا ہے، اور فرمایا کہ تمام کافروں سے اور جانوروں سے میں بدتر ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے۔ یہ دو جملے خوب یاد کرلیجیے کہ میں تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال۔ اس موجودہ حالت میں میں تمام مسلمانوں سے بُرا ہوں۔ دلیل کیا ہے؟ دلیل یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کے کسی ادنیٰ فعل سے خوش ہوجائیں اور اس کے تمام بڑے بڑے گناہوں کو معاف کردیں، اور دوسری دلیل کیا ہے؟ کہ ہوسکتا ہے میری کسی بات سے اللہ ناراض ہو اور میری تمام نیکیوں پر پانی پھیر دے۔ یہ دو جملے بہت عجیب ہیں۔ ان میں تکبر کا علاج بھی ہے، جو اپنے آپ کو اتنا حقیر سمجھے گا اس میں تکبر نہیں آسکتا کہ تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال اور تمام کافروں سے اور جانوروں سے بدتر ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کا خاتمہ خراب ہوجائے اور جس کا خاتمہ خراب ہوگیا کفر پر مرگیا تو جانور بھی تو اس سے اچھا ہوا کیوں کہ جانور سے کوئی حساب کتاب نہیں۔ اور موت سے پہلے اپنے کو کافر سے بدتر کیسے سمجھیں؟ اس کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کافر جس کو ہم حقیر سمجھتے ہیں اس کا ایمان پر خاتمہ ہوجائے۔ آخر میں وہ کلمۂ اسلام قبول کرلے۔ اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد اُمید

کسی کافر کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ کیوں کہ مرنے سے پہلے ابھی اس کے مسلمان

ہونے کی اُمید باقی ہے۔ لیکن حقیر نہ سمجھنے کے معنیٰ یہ نہیں کہ اس کے کفر سے نفرت نہ کی جائے۔ حقیر سمجھنا اور ہے لیکن کفر سے نفرت کرنا واجب ہے۔ کفر سے، فسق سے، اللہ کی نافرمانی سے نفرت کرنا ہر مسلمان کے لیے واجب ہے، لیکن کافر اور فاسق کو حقیر سمجھنا حرام ہے۔ نفرت کرنا واجب اور حقیر سمجھنا حرام۔ کوئی کہے کہ صاحب یہ تو مشکل مسئلہ ہے۔ نہیں! بالکل آسان ہے۔ اگر کوئی شہزادہ منہ پر روشنائی لگالے تو آپ شہزادہ کو حقیر سمجھیں گے یا روشنائی سے نفرت کریں گے؟ ظاہر بات ہے کہ روشنائی سے نفرت کریں گے۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ ابھی صابن سے منہ دھوکر پھر روشن چہرہ کے ساتھ آسکتا ہے۔ ایسے ہی کافر کے کفر سے تو ہم کو نفرت ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ ابھی کلمہ پڑھ کر یہ ولی اللہ ہو جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو صاحب نسبت ہیں وہ تو سارے جہاں سے اپنے کو بدتر سمجھتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر تھے کہ اچانک حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) هٰذَا اَبُوْ ذَرٍّ قَدْ اَقْبَلَ یہ جو آرہے ہیں ابو ذر غفاری ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَوَتَعْرِفُوْنَهٗ؟ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ آپ تو آسمانی مخلوق ہیں، مدینہ کے لوگوں کو آپ کیسے جان گئے؟ ابوذر غفاری کو آپ نے کیسے پہچان لیا؟ عرض کیا:

هُوَ اَشْهَرُ عِنْدَنَا مِنْهُ عِنْدَكُمْ

مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بِمَاذَا نَالَ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةَ؟

یہ فضیلت ان کو کیسے ملی؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے، ایک تو قلبی ہے اور ایک قالبی۔ ایک دل کا عمل ہے اور ایک جسم کا عمل ہے۔ دل کا عمل

کیا ہے؟ لِصِغَرِهٖ فِیْ نَفْسِهٖ یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند ہے۔ جو بندہ اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے، حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کررہا ہے۔ بندہ ہوکر اکڑے، غلام ہوکر اکڑے یہ بات بندگی کے خلاف ہے۔

اور دوسرا عمل ان کا یہ ہے وَكَثْرَةِ قِرَاءَتِهٖ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ[۸] کہ یہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص) کی تلاوت بہت کرتے ہیں۔ ان دو اعمال کی برکت سے ان کی آسمان کے فرشتوں میں شہرت ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تھے، کسی نے اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے زیادہ نالائق، بدترین، گناہ گار اور سب سے بُرا انسان ہو وہ جلدی سے مسجد سے باہر آجائے۔ اس مسجد میں جتنے نمازی تھے ان میں جو سب سے بڑے بزرگ تھے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے وہ باہر آکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں میں ہی بدترین مسلمان ہوں۔ اللہ اکبر یہ شان تھی! آج ہم دو رکعت پڑھ لیں، ذرا سی تلاوت کرلیں، تھوڑی سی نفلیں پڑھ لیں، بس سمجھ گئے کہ ہم ٹھیکیدار ہیں جنت کے، اور سب کو حقیر سمجھنے لگے کہ ہمارے مقابلے میں کوئی کچھ نہیں۔ ایک یہ اللہ والے تھے کہ سب سے زیادہ اپنے کو حقیر سمجھتے تھے۔ اس وقت کے بزرگ حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خبر دی کہ آج جنید نے یہ کام کیا ہے۔ فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو جنید بنایا ہے۔ یعنی اپنے کو سب سے حقیر سمجھتے ہیں جب ہی تو اس مرتبہ کو پہنچے ہیں ؎

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اولیاء اللہ فرشتوں سے اس وجہ سے بازی لے جاتے ہیں، فرشتوں سے زیادہ ان کو عزت اس لیے ملتی ہے کہ اپنے کو کتوں سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ شیخ شہاب الدین سُہروردی کا پہلا خلیفہ، سلسلہ سُہروردیہ کا پہلا خلیفہ، حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی

---

۸ التفسیر الکبیر للرازی: ۱۶/۱۷۴، النحل (۲۳)

رحمۃ اللہ علیہ، اور فرمایا کہ میرے شیخ، سُہروردیہ سلسلہ کے شیخ اوّل حضرت شہاب الدین سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ مجھے دو نصیحت فرماتے تھے۔

مرا شیخ دانائے فرخ شہاب
دو اندرز فرمود از روئے تاب

میرے عقل مند شیخ فرخ شہاب نے مجھے دو موتی نصیحت کے عطا فرمائے۔

یکے آں کہ بر غیر بد بیں مباش

پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ کسی کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو، کسی کو حقیر مت سمجھو۔

یکے آں کہ بر غیر بد بیں مباش
دویم آں کہ بر خویش خوش بیں مباش

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے اوپر استحسان کی نظر مت ڈالو کہ میں اچھا ہوں، اپنے کو اچھا مت سمجھو۔ یہ دو قیمتی نصیحت فرمائی کہ دوسروں پر بُرائی کی نظر نہ ڈالو اور اپنے پر بھلائی کی نظر نہ ڈالو۔ یعنی دوسروں کو بُرا نہ سمجھو اور اپنے کو اچھا نہ سمجھو۔

سید الطائفہ سید الاولیاء امیر الاولیاء حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ کہ اس وقت جتنے اولیاء ہیں سب کی گردن پر میرا قدم ہے اللہ نے ان کو وہ درجہ دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔

گہے فرشتہ رشک برد بر پاکی ما
گہہ خندہ زند دیو بہ ناپاکی ما

کبھی تو میں اپنے کو فرشتوں سے افضل پاتا ہوں، فرشتہ میری پاکی پر رشک کرتا ہے اور کبھی میری نالائقی پر شیطان بھی ہنستا ہے۔

ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم
اَحسنتُ بریں چُستی و چالاکی ما

جب میں ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا تب اپنی چستی وچالاکی کی تعریف کروں گا۔ اس وقت اپنی تہجد ونوافل پر خوش ہوں گا کہ الحمد للہ میں کامیاب ہوگیا۔ نتیجہ نکلنے سے پہلے،

رزلٹ آؤٹ ہونے سے پہلے جو طالبِ علم غرور و شیخی کرتا ہے وہ انتہائی بے وقوف ہے۔ جب خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ جاؤ جنت میں، میں تم سے راضی ہوں، خوش ہوں، پھر جتنا چاہو اچھلو کودو اور اچھلتے کودتے جنت میں داخل ہو جاؤ لیکن ابھی کیا پتا ہے کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے، ابھی کس بات پر اپنے کو بڑا سمجھیں، ابھی کس منہ سے اپنی تعریف کریں، کیا منہ ہے ہمارا کہ دنیا میں اپنی تعریف کریں، ابھی تو فیصلے کا انتظار ہے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

تکبر کے علاج کے لیے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی جملہ کافی ہے۔ حضرت حکیم الامت کا وہ جملہ یاد کر لیجیے، اتنا بڑا مجددِ زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کا مصنف، بڑے بڑے علماء کا شیخ، فرماتا ہے کہ اشرف علی ہر وقت غمگین رہتا ہے کہ نہ جانے قیامت کے دن اشرف علی کا کیا حال ہو گا؟

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کا انتقال ہو رہا تھا، لوگ انہیں کلمہ کی تلقین کر رہے تھے کہ کلمہ پڑھ لیں۔ اتنے میں انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں، جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ہم تو آپ کو کلمہ پڑھا رہے تھے لیکن آپ ابھی نہیں، ابھی نہیں، کیوں کہہ رہے تھے؟ فرمایا کہ شیطان مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ تو نجات پا گیا، میرے ہاتھ سے نکل گیا اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ ابھی تو روح جسم میں ہے، ابھی میں نے تجھ سے نجات نہیں پائی، جب کلمہ پر میرا خاتمہ ہو جائے اور روح کلمہ لے کر ایمان کے ساتھ جسم سے الگ ہو جائے اس وقت میں تجھ سے نجات پاؤں گا۔ تو میں شیطان سے کہہ رہا تھا ابھی نہیں، ابھی نہیں، ابھی جسم میں جان باقی ہے، ابھی تو مجھ کو بہکا سکتا ہے۔ اور ایک شیطان نے عالم سے کہا کہ تم اپنے علم سے بچ گئے۔ اس اللہ والے عالم نے کہا کہ ارے اپنے علم سے نہیں اللہ کی رحمت سے بچ گیا۔ کہا کہ کمبخت جاتے جاتے بھی مجھے چکر دے رہا ہے کہ اپنے علم سے بچ گئے تا کہ میری نظر اپنے علم پر ہو جائے اور اللہ پر نہ رہے۔ دیکھیے اس طرح یہ خبیث خاتمہ خراب

کرانا چاہتا ہے۔ فوراً فرمایا کہ میں علم سے نہیں بچا، اے خدا! آپ کی رحمت سے بچا ہوں اور شیطان سے کہا کہ مردود بھاگ جا یہاں سے۔ جس پر اللہ کا کرم ہو شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور یہ کرم ان ہی کو ملتا ہے جو سارے جہاں سے زیادہ اپنے کو حقیر سمجھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطبات الاحکام میں حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ[۹]

فرماتے ہیں مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ جو اللہ کے لیے اپنے نفس کو مٹاتا ہے، جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی، اپنے نفس کو مٹایا رَفَعَهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اس کو بلندی دیتا ہے فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ بس وہ اپنے نفس میں حقیر ہوتا ہے، تواضع کی وجہ سے اپنے دل میں تو اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے لیکن اس فنائیت کی برکت سے اللہ اس کو لوگوں کی نظر میں عظیم کر دیتا ہے، عزت دیتا ہے، تمام مخلوق میں اس کی عظمت اور بڑائی ڈال دیتا ہے۔ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ اپنے نفس میں تو اپنے کو حقیر سمجھا مگر اس تواضع کا کیا انعام ملا؟ تمام لوگوں میں اس کو عظمت عطا ہوگئی، ساری دنیا کے انسانوں میں اللہ تعالیٰ اس کو عظمت دیتے ہیں۔

وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ اور جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں اور جس کو خدا گرا دے اس کو کون اٹھائے! ہے کسی میں دم کہ جس کو خدا گرا دے پوری کائنات میں اس کو کوئی اٹھا دے؟ جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو پوری کائنات میں کوئی عزت نہیں دے سکتا، کیوں کہ جو بندہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے حقیقت میں وہ بڑا نہیں ہے۔ جس کا مادہ تخلیق باپ کی منی اور ماں کا حیض ہو وہ کیسے بڑا ہو سکتا ہے؟ اس لیے وَمَنْ تَكَبَّرَ فرمایا، تَكَبَّرَ باب تَفَعُّل سے ہے جس میں خاصیت تکلّف کی ہوتی ہے یعنی وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے

---

۹ مشکوٰۃ المصابیح: ۴۳۴، باب الغضب والکبر، المکتبۃ القدیمیۃ

www.khanqah.org

بڑا نہیں ہے بہ تکلف بڑا بن رہا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں ذلیل کر دیتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ صفت آتی ہے تو وہاں اس کے یہ معنیٰ نہیں ہوں گے۔ قرآن پاک میں ہے اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ عزیز معنیٰ طاقت والا، جبار کے معنیٰ ظالم کے نہیں ہیں جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں بڑا ظالم ہے جابر ہے۔ جبّار کے معنیٰ ہیں ٹوٹی ہڈی کو جوڑنے والا اور اپنے بندوں کی بگڑی بنانے والا اَلَّذِیْ یُصْلِحُ اَحْوَالَ خَلْقِہٖ بِقُدْرَتِہِ الْقَاھِرَۃِ جو اپنے بندوں کی ہر حالت کو بنانے پر قادر ہو۔[۱] انتہائی خراب حالت کسی بندے کی ہو تو اس کی منتہائے تباہی اور منتہائے تخریب کو اللہ تعالیٰ کے ارادۂ تعمیر کا نقطہ آغاز کافی ہے۔ بس وہ ارادہ فرمالیں کہ مجھے اپنے اس بندے کو سنوارنا ہے، وہ اسی وقت اللہ والا بن جائے گا۔

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں متکبر کے معنیٰ صاحبِ عظمت کے ہیں۔ اگرچہ یہ باب تفعل سے ہے لیکن تکلف کی خاصیت جو کہ عموماً باب تفعل کا خاصہ ہے یہاں ہرگز جائز نہیں ہوگی بلکہ یہاں نسبت الی المأخذ ہے یعنی صاحبِ عظمت اللہ تعالیٰ عظمت والے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ متکبر کا ترجمہ ہمیشہ صاحب عظمت کیا جائے گا کیوں کہ بڑائی صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے سوائے اللہ کے کوئی بڑا نہیں ہے، اور جو بندہ اپنے کو بڑا بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیں گے۔

میرے دوستو! جسے خدا گرائے اسے کون اٹھا سکتا ہے؟ ہاتھی خدا کی ایک مخلوق ہے وہ اگر کسی انسان کو سونڈ میں لپیٹ لے اور اسے گرانا چاہے تو محمد علی کلے بھی گریں گے، رستم بھی گرے گا، بڑے سے بڑا پہلوان بھی گرے گا۔ جب ایک مخلوق کی طاقت کا یہ حال ہے تو حق تعالیٰ کی قدرت کا کیا عالم ہو گا! پس جس کو خدا گرائے اس کو کون اُٹھائے اور جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور جس کو اللہ نہ رکھے اس کو ساری دنیا چکھے۔ یہ آخری جملہ میرا اضافہ ہے۔ پرانا محاورہ یہ ہے کہ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔ اختر نے یہ اضافہ کر دیا کہ جس کو اللہ نہ رکھے ساری دنیا اس کو چکھے یعنی جس کی حفاظت خدا نہ کرے وہ ساری دنیا کے لات گھونسے کھائے گا، جہاں جائے گا ذلیل ہو گا۔ جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، تکبر کرتا ہے، اکڑ کے

---

[۱] روح المعانی: ۲۸/۶۳، الحشر (۲۳)، دار احیاء التراث، بیروت

چلتا ہے اللہ اس کو گراتا ہے، ذلیل کرتا ہے، تکبر چھپا نہیں رہتا۔ کبر جب دل میں ہوتا ہے تو اس کی چال، اس کی رفتار، اس کی گفتار، اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا تکبر شامل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ متکبر انسان لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوجاتا ہے۔ فَهُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ تمام دنیا کے انسانوں میں اللہ تعالیٰ اس کو ہلکا چھوٹا اور حقیر کردیتا ہے۔ لوگ ہر طرف سے اسے کہتے ہیں کہ بہت ہی نالائق ہے، بڑا متکبر ہے، اینٹھ کے چلتا ہے۔ وَفِیْ نَفْسِهٖ كَبِیْرٌ مگر اپنے دل میں وہ اپنے کو خوب بڑا سمجھتا ہے کہ میری عظمتوں سے لوگ واقف نہیں ہیں، میری عظمتوں کی لوگ قدر نہیں کرتے، میرے علم و عمل کو نہیں پہچانتے۔ اس قسم کی باتیں شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا ہے سمجھتا ہے کہ بس "ہم چنیں ما دیگرے نیست" مجھ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ جو کہتا ہے کہ ہم چنیں ما دیگرے نیست۔ وہ دراصل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "ہم چنیں ڈنگرے نیست" کہ مجھ جیسا کوئی ڈنگر یعنی جانور نہیں ہے۔

تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ جو شخص اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ اس کو گرادیتا ہے پس وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنے دل میں کبیر ہوتا ہے، یعنی اپنے دل میں وہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے لیکن ساری دنیا کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہوجاتا ہے۔ حَتّٰی لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نظروں میں کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل کردیتا ہے۔ ایسی خطرناک بیماری ہے یہ تکبر، اس کو سوچئے کہ یہ تو سمجھ رہا ہے کہ میں بہت بڑا ہوں، بڑی عزت والا ہوں، لیکن لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

اس لیے متکبر کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے یعنی متکبر کے سامنے زیادہ تواضع اور خاکساری مت دکھائیے، دل میں تو اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ اس وقت دل میں اپنی ہی حقارت پیش نظر ہو لیکن بظاہر اس کا زیادہ اکرام نہ کیجیے، کیوں کہ اگر اس کا زیادہ اکرام کیا جائے گا تو اس کا مرض تکبر اور بڑھ جائے گا۔

بادشاہ تیمور لنگ جو لنگڑا تھا جب تختِ شاہی پر بیٹھتا تھا تو مجبوراً ایک پیر پھیلا لیتا تھا۔ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ جب اس کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے اپنی ٹانگ ان کی طرف کی ہوئی

تھی وہ مجبور تھا لیکن یہ جب بیٹھے تو انہوں نے بھی اپنی ٹانگ بادشاہ کی طرف کر دی۔ تیمور نے کہا کہ میں تو معذور ہوں "مرا لنگ است"یعنی میری ٹانگ میں لنگ ہے۔ تو علامہ نے فرمایا کہ "مرا ننگ است" مجھے ننگ ہے۔ یعنی مجھے غیرت آتی ہے کہ ایک جاہل میری طرف پاؤں پھیلائے، اس میں میرے علم کی توہین ہے۔ بادشاہوں کے ساتھ یہ معاملہ تھا۔ علماء ایسے مستغنی ہوتے تھے۔

اور ایک بادشاہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ بزرگ لیٹے ہوئے تھے، اٹھ کے بھی نہیں بیٹھے، ایسے ہی لیٹے لیٹے اس سے ہاتھ ملا لیا۔ اس بادشاہ کا خادم شیعہ تھا۔ اس نے کہا کہ یہ آپ نے پیر پھیلا کر لیٹنا کب سے سیکھ لیا۔ فرمایا کہ جب سے میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا تو پیر پھیلانا سیکھ لیا۔ یعنی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس لیے اس کی خوشامد اور چاپلوسی سے مستغنی ہوں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری بہت خطرناک ہے اور اس کے علاج کے لیے خانقاہوں کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے علماء نے اہل اللہ سے تعلق جوڑا کہ ہمارا نفس مٹ جائے اور مٹنے سے پھر جو ان کو مقبولیت عطا ہوئی ایسی شہرت و عزت اللہ نے دی کہ قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا۔ تکبر سے عزت نہیں ملتی اور تکبر کا مقصد عزت حاصل کرنا ہی تو ہے۔ لیکن اس راستے سے خدا عزت نہیں دیتا بلکہ گردن مروڑ دیتا ہے۔ اگر کسی کو عزت ہی لینی ہے تو اپنے کو مٹائے پھر دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کیسی عزت دیتا ہے، لیکن یہ مٹانا عزت کے لیے نہ ہو بلکہ اللہ کے لیے ہو۔ مَنْ تَوَاضَعَ کے بعد لِلّٰہِ فرمایا، اس کے بعد رَفَعَهُ اللهُ ہے۔ معلوم ہوا کہ تواضع پر رفعت و عزت اس وقت ملے گی جب یہ تواضع اللہ کے لیے ہو۔ جس نے اللہ کے لیے اپنے کو گرا دیا اللہ اس کو عزت دیتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نعمت صوفیا کے اندر خاص ہوتی ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو مٹاتے چلے جاتے ہیں۔ بہت کچھ ہوتے ہیں لیکن اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا شعر ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

ہمارے بزرگوں نے اپنے کو مٹا کر دکھادیا اور ہم کو بندگی و عبدیت کا سبق دے گئے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں تشریف لے جارہے تھے۔ حضرت حکیم الامت کے خلیفہ حکیم مصطفٰی صاحب نے دوڑ کر بھنگی سے کہا کہ میرا پیر آرہا ہے، جھاڑو مت لگاؤ، گرد لگ جائے گی۔ حضرت نے دیکھ لیا، بہت ڈانٹا، فرمایا کہ حکیم مصطفٰی صاحب! میں کوئی فرعون نہیں ہوں، وہ میونسپلٹی کا ملازم ہے، اپنی سرکاری ڈیوٹی پر ہے، آپ کو شرعاً ہرگز جائز نہیں کہ اشرف علی کے لیے اس کو سرکاری ڈیوٹی سے منع کریں، وہ اپنی سرکاری ڈیوٹی کی تنخواہ لیتا ہے، ہمارا ہرگز حق نہیں بنتا کہ اس کے کام میں خلل ڈالیں۔ دیکھیے یہ تھے اللہ والے، سبحان اللہ! سبحان اللہ!

یہ عرفانِ محبت ہے یہ برہانِ محبت ہے
کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

اور ایک شخص نے حضرت کو عبا پیش کیا۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ عبا کیا ہے؟ وہ جُبّہ جو علماء جمعہ کے دن پہنتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی یہ بڑے لوگوں کا لباس ہے، میں نہیں پہنوں گا، میرا کرتا پاجامہ ہی ٹھیک ہے اس نے کہا کہ حضرت آپ بھی تو بڑے ہیں۔ فرمایا میں کیا بڑا ہوں، ابھی تو میرے ایک خلق کی بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ یہ ہیں اللہ والے جو اپنے کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں اور یہی ان کی بڑائی کی دلیل ہے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک ہندو چمار کو جو ہندوستان میں زمینداروں کی زمین پر کاشتکاری کرتے ہیں غصہ میں کچھ زیادہ بات کہہ دی پھر جاکر اس کافر سے معافی مانگی کہ قیامت کے دن کیا پتا کیا حال ہو گا۔ زمینداروں نے کہا کہ آپ زمینداری نہیں کرسکتے۔ یہاں تو چماروں کو ماں بہن کی گالی دی جاتی ہے، ان کو تو بے گناہ دس ڈنڈے لگاؤ تب یہ ٹھیک رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ایسی زمینداری نہیں کر سکتا کہ

کل قیامت کے دن میرا حال بگڑ جائے۔

لوگوں نے یہاں تک ستایا کہ آخر میں حضرت نے ترکِ وطن فرمایا۔ اپنا گاؤں ہی چھوڑ دیا اور آکر اعظم گڑھ کی تحصیل پھولپور میں رہنے لگے اور جب مدرسہ قائم کیا تو حضرت کے پاس کچھ نہیں تھا، آٹھ دس فٹ کا ایک گڑھا کھودا اور اس میں بال بچوں کو لے کر رہے، دوپہر کو اس کے اوپر چٹائی ڈال لیتے تھے، پیشاب پاخانہ کے لیے کھیت میں جاتے تھے، کوئی مکان نہیں تھا۔ سوچئے کتنا مجاہدہ کیا ہوگا! جب ان بزرگوں کے مجاہدات سامنے آتے ہیں تو رونا آجاتا ہے۔ جب بارش ہوئی تو گڑھے میں پانی بھر گیا۔ جو نشیمن تھا وہ بھی اجڑ گیا۔ پھر قصبہ میں جاکر دو چار روز پناہ لی۔ اس طرح ابتدا ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ پہلے ہی روز قالین آجائے، پہلے ہی سب کچھ بن جائے۔ مدرسہ چٹائیوں سے شروع ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بنوا دیتا ہے۔ اخلاص کے ساتھ ٹوٹی ہوئی چٹائیاں بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہیں اور اخلاص نہ ہو تو بڑی بڑی عمارتیں بے کار ہیں۔ اللہ کے یہاں ان کی کوئی قیمت نہیں۔

تو ہمارے بزرگوں نے ایسے ایسے مجاہدات کیے، اپنے کو مٹایا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے کیسا نوازا۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہمارے مولوی عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر اللہ نے بالکل مٹا دیا ہے، کوئی ان کو دیکھے تو پہچان نہیں سکتا کہ یہ عالم بھی ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیا کی یہی ادا خاص ہے کہ وہ اپنے نفس کو مٹاتے ہیں، بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

یہ فیضانِ محبت ہے یہ احسانِ محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

کیا شعر ہے سبحان اللہ! اور فرمایا ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہیے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

ہوٹل میں چائے پی لی، اخبار پڑھ لیا، یہاں بیٹھ گئے، وہاں بیٹھ گئے۔ یہ تو زندگی ضایع کرنا ہے۔ ارے! رہنا وہ ہے جو اللہ کے ساتھ رہنا ہو، ہر وقت باخدا رہنا ہو، خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہماری جان اور ہمارا دل چپکا رہے، کسی وقت ان سے غفلت نہ ہو۔ یہ شعر میں نے لندن کے ایک مہمان حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے برادرِ نسبتی ڈاکٹر محمود شاہ کو سنایا جو ہردوئی آئے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ دو گھنٹے کے وعظ کا جو اثر ہوتا ہے، اس شعر نے مجھ پر وہ اثر کیا ہے ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہیے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

جہاں رہنے کا کیا مطلب ہے؟ یعنی اللہ والا بن کر رہو، جو سانس خدا کی یاد میں گزر جائے اسی کو زندگی سمجھو۔ میرا ایک شعر ہے ؎

وہ مرے لمحات جو گزرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

جو سانس اللہ کی یاد میں گزر جائے وہی زندگی کا حاصل اور نچوڑ ہے ورنہ سب ختم، باقی ساری چیزیں فانی ہیں۔ یہ بڑی بڑی وزارتیں، کمشنریاں، یہ بڑے بڑے تاج و سلطنت جب قبر کے نیچے جنازہ اُترے گا تب ان کی حقیقت کھلے گی۔ تب پتا چلے گا کہ ساتھ کیا لے کر آئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سلاطین مغلیہ کو خطاب کرتا ہے۔ یہ تھے اللہ والے جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش

اے تخت و تاج کے مالکان! اے سلطنتِ مغلیہ کے وارثو! سن لو کہ ولی اللہ محدث دہلوی سینے میں ایک دل رکھتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جواہر پارے اور موتی چھپے ہوئے ہیں ؎

کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ولی اللہ جو سلطنت رکھتا ہے اس کے مقابلے میں تمہاری کیا سلطنت ہے۔ آسمان کے نیچے مجھ سے

www.khanqah.org

بڑا رئیس اور مجھ سے بڑا اسلطنت والا کوئی ہو تو آئے۔ دہلی کی جامع مسجد میں سلاطین مغلیہ کے سامنے یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔ دوستو! غریبوں کو ہم خطاب کرلیں یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ لیکن ایک مولوی منبر پر بیٹھ کر بادشاہوں کو اس طرح سے خطاب کرے یہ بات اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کوئی دولت سینے میں ہوتی ہے۔ جس کے سامنے بادشاہوں کے تخت و تاج ہیچ نظر آتے ہیں تب یہ توفیق خطابت ہوتی ہے۔

حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ مرنے کے بعد تمہارے تخت و تاج کہیں ہوں گے، تمہارے سر کے بال کہیں ہوں گے، کان کہیں ہوں گے، جسم کہیں ہوگا۔ دنیاوالوں کی کمائی دنیا ہی میں کام آتی ہے حالاں کہ پردیس کی کمائی وطن میں کھائی جاتی ہے۔ دنیا کے پردیس سے نیک اعمال کی کرنسی وطن آخرت بھجوادی جائے، اصل کمائی یہ ہے۔ باقی سب فکر چھوڑدو کہ بچوں کا کیا ہوگا، بچوں کی فکر میں اتنا غمگین مت ہو جاؤ کہ اللہ کی یاد میں اور اللہ والوں کی صحبت میں کم بیٹھو۔ اس لیے کہ اگر اللہ کو منظور نہیں ہے تو تمہاری کمائی نیلام ہوجائے گی اور بچے مقروض کے مقروض رہیں گے۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ بہت سے لوگ بچوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے لیکن وہ بچے اپنی نالائقی اور نافرمانی کی وجہ سے، شراب و کباب اور بد معاشیوں کی وجہ سے ایسی بلا میں مبتلا ہوئے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب ختم ہوگیا۔ باپ کی محنت والی کمائی مفت میں گنوائی۔

اس لیے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اولاد کا غم مت کرو، اپنے اللہ کو راضی کرو اور اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کرو، اگر یہ نیک ہوں گے تو اللہ خود ان کی مدد کرے گا اور اگر نافرمان ہوں گے تو تمہاری کمائی ان کے کچھ کام نہ آئے گی اور بُرے مصرف میں جائے گی، اور اگر تم محنت کرکے اللہ والے بن گئے تو تمہاری نیکیوں سے تمہاری اولاد پر بھی رحمت ہوگی۔

مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ [11]

---

[11] الکہف: ۸۲

www.khanqah.org

اور وہ دیوار جو دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے خزانہ چھپا ہوا تھا اور ان کا باپ نیک تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہ دیوار سیدھی کر دو کہیں گر نہ جائے۔ پس آپ کے ربّ نے ارادہ کیا کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک یہ بچے بالغ نہ ہو جائیں اور اپنا خزانہ نہ لے لیں۔

دیکھیے! یہ رعایت ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ غیب سے ان یتیم بچوں کی مدد کر رہا ہے، تو فرماتے ہیں کہ میں نے ان بچوں کی مدد کیوں کی؟ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کیوں کہ ان کا باپ نیک تھا اور باپ کون سا تھا؟ کَانَ الْاَبَ السَّابِعَ ساتواں باپ تھا۔[۱۲] اللہ تعالیٰ ایسے کریم باوفا ہیں کہ جو اُن کا بن جائے اس کی سات پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔ اس لیے دوستو! سب سے مبارک مسلمان وہ ہے جو اپنے اللہ کو راضی کر لے اور ہر وقت اس غم اور فکر میں مبتلا رہے کہ سر سے پیر تک میرا کوئی شعبۂ حیات اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ تکبر کا مرض اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اشراق پڑھتا ہے، تبلیغ میں چلّے لگاتا ہے، بخاری شریف پڑھاتا ہے مگر جب مرا تو دل میں تکبر لے کر گیا۔ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہو گا۔ وہ حدیث سن لیجیے۔ مسلم شریف کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ[۱۳]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو گا۔ تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت صاحبِ جمال ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، تکبر تو حق بات کو رد کر دینے اور

---

[۱۲] روح المعانی: ۱۶/۱۳، الکھف (۸۲)، دار احیاء التراث، بیروت

[۱۳] صحیح مسلم: ۱/۶۵، باب تحریم الکبر وبیانہ، المکتبۃ القدیمیۃ

www.khanqah.org

لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

یعنی جس کے دل میں ذرّہ کے برابر بھی بڑائی ہوگی ایسا شخص جنت میں نہ جائے گا۔ یہ وہ زبردست ایٹم بم ہے کہ سو برس کا تہجد، سو برس کی زکوٰۃ، سو برس کے حج اور عمرے، سو برس کی نفلیں اور تلاوت، سو برس کی عبادت، ساری زندگی کے اعمال کو ہیروشیما کی طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے ایٹم بم کا وہ ذرّہ جس نے جاپان کے ہیروشیما کو تباہ کیا تھا۔ یہ تکبر کا ذرّہ تمام عبادات کو ضایع کر دیتا ہے، یہ ایسا ایٹم بم ہے کہ سارے اعمال ضایع۔

اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں فرمائیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا جبکہ اس کی خوشبو میلوں دُور تک جائے گی۔ اتنا خطرناک مرض ہے۔

کیوں صاحب! اگر معلوم ہو جائے کہ ہمارے گھر میں بم رکھا ہوا ہے تو آپ کیا کرتے ہیں؟ بم کو ناکارہ کرنے کے لیے آپ کس سے مدد لیتے ہیں؟ پولیس کے اس دستہ کا کیا نام ہے؟ بم ڈسپوزل اسکواڈ۔ آپ تھانہ میں فون کرتے ہیں، ایس پی کو فون کرتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بم ہے لہٰذا جلدی سے بم ڈسپوزل اسکواڈ یعنی بم کو ناکارہ کرنے والا پولیس کا دستہ جلدی بھیجیے۔ تو آپ بم ڈسپوزل اسکواڈ کو کیوں تلاش کرتے ہیں؟ اس لیے کہ اس کے پاس ایسے اسلحے اور ہتھیار ہوتے ہیں جن سے اس بم کو ناکارہ کر دیتے ہیں۔

اب یہ بتائیے کہ جس کے دل میں تکبر کا بم رکھا ہوا ہے اس کو کیا کرنا چاہیے؟ دل سے تکبر کے بم کو نکالنے والا دستہ کون ہے؟ اہل اللہ، مشایخ اور بزرگانِ دین ہیں۔ ان کو تلاش کیجیے، ان کو اپنا دل دکھائیے، اپنے کو پیش تو کیجیے کہ کہیں ہمارے دل میں یہ بم تو چھپا ہوا نہیں ہے، اگر ہوگا تو وہ نکال دیں گے۔ ان کے پاس اس کا علاج اور ترکیبیں ہیں جن پر عمل کرنے سے دل پاک و صاف ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی تھانہ بھون کی خانقاہ میں کوئی داخل ہوتا ہے تو پہلی نظر جب اس پر پڑتی ہے اس کی سب بیماری سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہ علم غیب نہیں، تجربہ ہے۔ عالم الغیب تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی چال سے اور

چہرے سے پتا چل جاتا ہے کہ اس میں فلاں بیماری ہے۔ ارے بھائی! اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حکیم لوگ بھی بتا دیتے ہیں، آنکھ پیلی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس کو یرقان ہے، چہرہ زیادہ لال ہے تو سمجھ جاتے ہیں کہ اس کو فالج گرنے والا ہے، بہت زیادہ خون بڑھ گیا ہے، ہائی بلڈ پریشر والا مریض چہرے سے پہچان لیا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بدنگاہی کر کے ایک شخص آیا تھا، دیکھتے ہی فرمایا:

مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَّتَرَشَّحُ مِنْ اَعْيُنِهِمُ الزِّنٰى[۱۴]

کیا حال ہے ایسی قوم کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ تو سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیسے سمجھ لیا؟ ہر گناہ کا اثر اس کی آنکھوں پر، چہرہ پر، اس کی چال پر پڑتا ہے اور تکبر والے کی تو چال ہی عجیب ہوتی ہے، اُس کی چال ہی سے آپ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص متکبر ہے۔ اور اللہ والوں کی کیا شان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا[۱۵]

میرے خاص بندے زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اپنے کو ذلیل کر کے، مٹا کر، ان کی چال بتاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دبے جا رہے ہیں، اور متکبر کی چال بتاتی ہے کہ اس کے دل میں بڑائی ہے، اکڑ کے چلتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے متکبرو! تم اتنی زور سے زمین پر پاؤں رکھتے ہو لیکن تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے ہو اور نہ پہاڑ سے زیادہ لمبے ہو سکتے ہو جو گردن تان کر چل رہے ہو:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ
وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾[۱۶]

زمین پر اتراتا ہوا مت چل، کیوں کہ تو زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور بے وقوف ہے جو اتنی گردن

---

[۱۴] الفرقان: ۶۳

[۱۵] التفسیر القرطبی: ۱۰/۴۴، الحجر (۷۵)، دار الکتب العربی، قاھرۃ، ذکرہ بلفظ وفی عینیہ اثر الزنا

[۱۶] بنی اسرآءیل: ۳۷

تان رہا ہے، تو پہاڑوں کی لمبائی کو نہیں پہنچ سکتا، تو اپنے کو پہاڑ سے زیادہ اونچا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر انتہائی ناپسند ہے کہ قرآن میں اس بیماری کو کس انداز سے بیان فرمایا۔

اس لیے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں سے کبھی مناسبت نہیں ہوتی۔ ایک متکبر اور ایک چالاک۔ میرے شیخ اوّل حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر کی بیماری ہمیشہ احمقوں کو ہوتی ہے اور حماقت خدائی قہر ہے۔ مثنوی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیزی سے بھاگ رہے تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں اس طرح بھاگ کر تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا کہ میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس کی صحبت سے اپنے کو جلد از جلد خلاصی دینا چاہتا ہوں، آپ کے اس اُمتی نے عرض کیا کہ آپ تو اللہ کے رسول اور مسیحا ہیں، آپ کی برکت سے تو اندھے اور کوڑھ کی بیماری والے شفا پاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حماقت کی بیماری خدائی قہر ہے اور اندھا پن اور کوڑھ قہرِ خداوندی نہیں، ابتلا ہے، اور ابتلا ایسی بیماری ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت لاتی ہے اور حماقت ایسی بیماری ہے جو قہرِ الٰہی لاتی ہے لہٰذا احمق سے بچنا چاہیے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ گریز اُمت کی تعلیم کے لیے تھا، اپنے ضرر کے خوف سے نہ تھا کیوں کہ نبی ہونے کی وجہ آپ تو معصوم اور محفوظ تھے۔

اسی طرح بعضے بڑے چالاک ہوتے ہیں، اپنے ہی مطلب کو ہر وقت سامنے رکھتے ہیں، مطلب ختم اور بس رفو چکر، چالاکی اسی کا نام ہے۔ چالاک آدمی مخلص نہیں ہوتا، وہ آپ کے ساتھ خلوص سے محبت نہیں کرتا، اپنے مطلب کی محبت کرتا ہے۔ اسی لیے حضرت نے فرمایا کہ مجھے چالاک اور متکبر دونوں سے مناسبت نہیں ہوتی۔

تو دوستو! میں یہ عرض کررہا تھا کہ تکبر کا مرض بہت خطرناک ہے۔ اس کی فکر کیجیے۔ کیوں کہ ساری نیکیاں ضایع ہوجائیں گی جس کے دل میں ایک ذرّہ برابر بڑائی ہوگی۔ اگر گھر میں ایک کروڑ روپیہ رکھا ہو لیکن کسی نے ایک بم بھی رکھ دیا ہو تو کیا آپ کو چین آئے گا؟ جب تک کہ بم ڈسپوزل اسکواڈ سے رابطہ نہ کریں۔ ہمارے دل میں کیا معلوم کہ کوئی ذرّہ تکبر کا پڑا ہو یا ریا کا پڑا ہو۔ لہٰذا بزرگانِ دین میں جن سے آپ کی مناسبت ہو ان سے تعلق قائم

کیجیے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ کسی سے تعلق قائم کیجیے تو بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ اختر یہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا مجھ ہی سے بیعت ہو جائے۔ استغفر اللہ! یہ میں نے کب کہا بھائی! ملتان میں میرا بیان سن کر ایک صاحب نے کہا کہ آپ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ سارا ملتان آپ کے قدموں میں آجائے۔ میں نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو، بہتان لگاتے ہو۔ جب میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ جس خادمِ دین سے، اہل اللہ کے اجازت یافتہ سے تم کو مناسبت ہو اس سے رجوع کرو، تو پھر یہ الزام لگانا کیسے جائز ہے؟ اگر ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ مجھے نظر آرہا ہے کہ بعض لوگوں کو یہاں کینسر ہے لہٰذا جس ڈاکٹر پر تمہیں اعتماد ہو اس سے رجوع کرلو، تو جو بے چارہ یہ تقریر کررہا ہے اس پر یہ الزام لگانا کہ بس آپ یہ چاہتے ہیں کہ سارے مریض آپ کی ڈسپنسری میں پہنچ جائیں۔ بتاؤ! یہ الزام ہے یا نہیں؟ جب میں بار بار یہ اعلان کرتا ہوں کہ مولانا تقی عثمانی صاحب، حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بیت المکرم میں ان کا بیان اور مجلس ہوتی ہے، ناظم آباد میں مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم ہیں، دارالعلوم میں مفتی عبدالرؤف صاحب ہیں، یہ سارے علماء شیخ ہیں۔ اسی طرح سکھر میں بعض بزرگانِ دین ہیں، جہاں مناسبت ہو وہاں جاؤ، پھر یہ الزام لگانا ظلم ہے یا نہیں؟ اب یہ کہنا کہ تیرے بعضے شعر میں ایسا اشارہ ہے، مثلاً ؂

دامن فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّۂ دردِ غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اب کوئی اعتراض کردے کہ آپ نے تو اس میں دعویٰ کیا ہے کہ میں ولی اللہ ہوں۔ میرے دامن فقر میں تاجِ قیصری پوشیدہ ہے، تو میں ان سے یہ کہوں گا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ کہہ دو۔ انہوں نے بھی تو کہا تھا جامع مسجد دہلی میں کہ ؂

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

ولی اللہ اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے جس میں اللہ کی محبت کے جواہرات ہیں۔ اے سلاطین مغلیہ! مجھ سے بڑا میر ساماں اور دولت مند کون ہوگا؟ اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اپنی تعریف کی جارہی ہے بلکہ مراد اہل اللہ کی تعریف کرنا ہے۔ ایسے اشعار میں اللہ والوں کی

تعریف کرنے کی نیت ہوتی ہے۔ شعر فہمی بھی تو ایک چیز ہے، اور اگر سمجھ میں نہ آئے تو پوچھ ہی لو کہ اس کا کیا مطلب ہے تاکہ بدگمانی کی نوبت نہ آئے۔

تو یہ ارشاد مبارک جب صحابہ نے سنا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرّہ کے برابر تکبر ہوگا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر کوئی شخص پسند کرے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو، مثلاً ایک شخص خوب اچھا دھلا ہوا عمدہ لباس پہنتا ہے اور مان لو کہ جوتا بھی سلیم شاہی پہنتا ہے۔ ایک صحابی سوال کررہے ہیں، مطلب یہ تھا کہ کہیں یہ تکبر تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! اِنَّ اللہَ جَمِیۡلٌ یُّحِبُّ الۡجَمَالَ اللہ تعالیٰ جمیل ہیں، جمال کو پسند کرتے ہیں، میلا کچیلا رہنا کوئی اچھی بات نہیں، انسان صاف ستھرا رہے، جتنا ہوسکے اچھے لباس میں رہے، یہ تکبر نہیں ہے۔ کبر کی حقیقت اور اس کا مادّہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ تکبر کا بم دو جز سے بنتا ہے۔

تکبر کا پہلا جز بَطَرُ الۡحَقِّ حق بات کو قبول نہ کرنا۔ سارے علماء کہہ رہے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسا ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم مفتیوں کو مانتے ہی نہیں۔ میں نے ایسے متکبر بھی دیکھے ہیں جو کہتے تھے کہ اگر ساری دنیا کے مفتی مل جائیں تو بھی ہم نہیں مانیں گے۔ ارے بھائی! ساری دنیا کے علماء گمراہی پر کیسے جمع ہوسکتے ہیں، مگر متکبر کی سمجھ میں یہ بات کہاں آتی ہے۔ بس حق معلوم ہوجانے پر اس کو قبول نہ کرے، یہی کبر ہے۔

ہماری مسجد کے ایک امام صاحب تھے، دورانِ جماعت ان کا وضو ٹوٹ گیا، فوراً جماعت چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے اور جاکر وضو کیا۔ اگر متکبر ہوگا تو مارے شرم کے بے وضو ہی نماز پڑھادے گا کیوں کہ سوچے گا کہ اب نکلوں گا تو لوگ کہیں گے کہ جناب کی ہَوا نکل گئی، لیکن اگر تکبر نہیں ہے تو سوچے گا کہ مسلمانوں کی نماز کو کیسے ضایع کردوں اور عذاب کا بار اپنی گردن پر کیسے لے لوں؟

اور تکبر کا دوسرا جزء ہے غَمۡطُ النَّاسِ لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ کسی کو دیکھا تو اس کے سامنے آہاہا! آیئے! تشریف لایئے، چائے پیجیے، ایک پیالی چائے پلائی اور جب بے چارہ چلا گیا تو کہتے ہیں کہ بدّھو ہے، بے وقوف ہے، عقل نہیں ہے۔ آج کل لوگوں میں یہ عام مرض ہے۔ مخلص بندہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی اخلاص ہو اور اللہ کی مخلوق کا بھی مخلص ہو۔

آپ خود سوچئے کہ جو شخص آپ کے بچوں کا مخلص نہیں ہوتا کیا آپ اسے دوست بنانے کے لیے تیار ہوں گے؟ ایک شخص باپ کی تو ہر وقت خدمت کررہا ہے، اس کو شامی کباب اور بریانی کھلارہا ہے، پیر بھی دبارہا ہے لیکن اس کے بچوں کے ساتھ مخلص نہیں، ہر ایک کے ساتھ بُرائی سے پیش آرہا ہے، ہر ایک کی غیبت کررہا ہے۔ باپ ہرگز ایسے کو دوست نہیں بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بھی معاملہ یہی ہے۔ ایک شخص خوب عبادت کرتا ہے، تہجد بھی، اشراق بھی، چاشت بھی لیکن اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھتا ہے، ان کی غیبت کرتا ہے، ان کو ستاتا ہے، یا کسی کو بُری نگاہ سے دیکھتا ہے اور دل میں بُرے بُرے خیال پکاتا ہے۔ یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ مخلص نہیں تو ایسے کو اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا ولی نہیں بناتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ پوری مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ[کلے] اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرے، ان کا مخلص رہے، خیر خواہ رہے، دعاگو رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال بیان فرماتے ہیں۔ کبھی کبھی اولیاء اللہ اپنا حال ظاہر کردیتے ہیں مخلوق کی ہدایت کے لیے۔ فرماتے ہیں کہ میرا حال یہ ہے کہ میں مؤمنوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو تقویٰ دے دے، عافیت سے رہیں، اور کافروں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو ایمان دے دے، اور چیونٹیوں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! چیونٹیاں بھی بلوں میں آرام سے رہیں، اور سمندر کی مچھلیوں کے لیے بھی دعا مانگتا ہوں اور ساری کائنات کے لیے رحمت کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کو کہتے ہیں اولیاء اللہ۔ جو اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات پر رحم دل ہوں اور خدا کی مخلوق کی بھلائی چاہتے ہوں، ولایت اس کا نام ہے۔ یہی لوگ ہیں کہ اللہ کے یہاں ان کا کیا درجہ ہوگا۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ذرّہ درد عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

تو اس بات کو خوب سمجھ لیجیے کہ تکبر دو جز سے بنتا ہے:

۱) بَطَرُ الْحَقِّ حق بات کو قبول نہ کرنا۔ اور

۲) غَمْطُ النَّاسِ دنیا کے کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا۔

کلے مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲۵، باب الشفقۃ والرحمۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

www.khanqah.org

اَلنَّاسُ فرمایا اَلْمُسْلِمُ نہیں فرمایا۔ اسی سے نکلتا ہے کہ کسی کافر کو بھی حقیر مت سمجھو، اس کے کفر سے تو نفرت کرو اس کی ذات سے نہیں۔ معاصی سے تو نفرت کرو لیکن دوستو! عاصی سے نفرت نہ کرو، معاصی سے نفرت واجب، عاصی سے نفرت حرام، نکیر واجب تحقیر حرام، یعنی کسی بُری بات پر سمجھانا تو واجب ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے۔ اس لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی کے نفس میں اتنی صلاحیت نہ پیدا ہو جائے کہ نصیحت کرنے والا جس کو نصیحت کر رہا ہے اس کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہوئے نصیحت کرے اس وقت تک اس کو نصیحت کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ اپنے کو بڑا سمجھ کر اور دُوسرے کو حقیر سمجھ کر نصیحت کر رہا ہے تو ایسی تبلیغ اس پر حرام ہے۔ جس کو نصیحت کیجیے تو پہلے یہ مراقبہ کیجیے کہ یا اللہ! یہ بندہ مجھ سے بہتر ہے لیکن آپ کا حکم سمجھ کر اس کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے نصیحت کر رہا ہوں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ابّا کے گال پر کہیں تھوڑی سی روشنائی لگ گئی تو ابا کو آپ نصیحت کریں گے کہ ابا آپ کے چہرے پر روشنائی لگی ہے لیکن کیا ابا کو آپ حقیر سمجھیں گے؟ اپنے بابا کو کوئی حقیر سمجھے گا؟ بس اسی طرح اللہ کے تمام بندوں کا اکرام چاہیے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے مکہ شریف میں فرمایا کہ جو لوگ حج کرنے آئے ہیں، مقامی لوگ ان کا اکرام کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ مہمانِ سرکار ہیں اور یہاں کے لوگوں سے اگر حاجیوں کو اذیت پہنچ جائے تو حاجی یہ سمجھیں کہ یہ اہل دربار ہیں۔ میں نے مکہ شریف اور مدینہ شریف میں اپنے دوستوں سے خاص طور سے عرض کیا کہ اگر کبھی اچانک کوئی عورت یا لڑکی سامنے آجائے تو سمجھ لو کہ یہ ہماری ماں سے زیادہ محترم ہے کیوں کہ خدائے تعالیٰ کی مہمان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان ہے، ایسے ہی کوئی لڑکا نظر آئے تو سمجھ لو کہ یہ بھی اللہ کا مہمان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے۔ اپنے باپ سے زیادہ عزت کرو، وہاں یہ مراقبہ ضروری ہے، ورنہ نفس وہاں بھی بدنگاہی کرادے گا، بہت ہی احتیاط چاہیے، خصوصاً ایسی مقدس جگہوں پر۔

غرض ہر ایک کا اکرام کرے اور دنیا کے کسی انسان کو حقیر نہ سمجھے۔ گناہوں سے نفرت تو واجب ہے لیکن گناہ گار سے نفرت جائز نہیں۔ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ صاحب یہ تو بہت مشکل ہے کہ ایک شخص کو ہم گناہ کرتے دیکھ

www.khanqah.org

رہے ہیں تو صرف گناہ ہی سے نفرت ہو اور گناہ گار سے نفرت نہ ہو یہ تو بہت مشکل لگتا ہے۔ فرمایا کہ کچھ مشکل نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک شہزادہ آیا، نہایت حسین، چاند جیسا چہرہ مگر چہرے پر روشنائی لگا کر آیا تو روشنائی سے نفرت کرو گے شہزادہ سے نفرت نہیں کرو گے، کیوں کہ جانتے ہو کہ ابھی صابن سے دھولے گا تو پھر چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔ اور اسے حقارت سے کچھ کہتے ہوئے بھی ڈرو گے کہ شہزادہ ہے، کہیں بادشاہ سے دُرّے نہ لگوادے۔ اچھا! کبھی چاند بھی تو بدلی میں چھپ جاتا ہے اور ذرا ذرا سا نظر آتا ہے تو کیا کوئی چاند کو حقیر سمجھتا ہے؟ کیوں کہ جانتا ہے کہ ابھی بادل ہٹ جائے گا تو پھر ویسا ہی روشن ہو جائے گا۔ اسی طرح گناہ گار بندہ ابھی تو مبتلا ہے لیکن ابھی توبہ کرے، چند آنسو گرائے، ایک آہ کرے، تو بعض وقت بڑے بڑے نیکوں سے بھی بڑھ جاتا ہے ؎

نو مید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

فرماتے ہیں کہ گناہ گاروں کو حقیر مت سمجھو، کبھی ایک آہ انہوں نے ایسی کی ہے کہ ایک ہی آہ میں منزل تک پہنچ گئے، ندامت پیدا ہوئی اور اسی وقت کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جون پور کے ایک شاعر تھے، حفیظ نام تھا۔ ان کے اشعار کا مجموعہ دیوانِ حفیظ شایع ہو چکا ہے۔ شراب پیتے تھے، داڑھی منڈاتے تھے۔ لوگوں سے پوچھا کہ ہماری اصلاح کیسے ہو گی؟ حفیظ صاحب کو بتایا گیا کہ جاؤ! خانقاہ تھانہ بھون جاؤ۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ فوراً چل دیے، راستے میں تھوڑی سی داڑھی بڑھ گئی، خانقاہ میں بیٹھ کر حجام کو بلایا اور وہ بھی صاف کرادی۔ حضرت سے کہا کہ حضرت بیعت کر لیجیے، فرمایا کہ جناب کل میں نے دیکھا تھا جب آپ جون پور سے آئے تھے تو چہرے پر ذرا ذرا سا نور تھا، آج آپ نے وہ بھی ختم کر دیا، جب بیعت ہونے کا ارادہ تھا تو پھر یہ حرکت کیوں کی؟ حفیظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ حکیم الامت ہیں، میں مریض الامت ہوں، مریض کو چاہیے کہ اپنی پوری بیماری پیش کر دے، ان شاء اللہ تعالیٰ اب کبھی اُسترا نہیں لگے گا۔ حالاں کہ ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا لیکن کیوں کہ ان کا منشا اصلاح تھا، اس لیے حضرت نے ان کے خلوص کو قبول فرمالیا اور

خاموش ہوگئے۔ اس کے سال بھر بعد حضرت جون پور تشریف لے گئے، جون پور میں حضرت کا وعظ ہوا تھا، اس میں میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب بھی موجود تھے اور وعظ سے پہلے ایک شخص نے حضرت کو پرچہ دیا تھا جس میں لکھا تھا کہ

۱) تم کافر ہو۔ ۲) تم جولاہے ہو۔ ۳) ذرا سنبھل کر بیان کرنا۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک شخص نے مجھے لکھا ہے کہ میں کافر ہوں لہٰذا میں کلمہ پڑھتا ہوں اور آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

دوسرا اعتراض ہے کہ میں جولاہا ہوں، تو بھائی جولاہا ہونا کوئی حقارت کی بات نہیں، وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور اپنے مسلمان بھائی ہیں لیکن میں فاروقی النسب ہوں، میرا نسب نامہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، تھانہ بھون جاکر تحقیق کرلو، میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب بھی موجود ہیں۔

اور تیسری بات یہ لکھی ہے کہ ذرا سنبھل کر بیان کرنا تو اس کو نہیں مانوں گا، حق پیش کروں گا، اشرف علی اس سے نہیں ڈرتا۔ اہل بدعت سے خطاب تھا، پھر حضرت نے ایسی تقریر کی کہ سارے اہل بدعت تائب ہوگئے۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمتیں اور محبتیں آپ لوگ رکھتے ہیں اس کا ہمیں پتا ہی نہیں تھا، ہم تو آپ کو دُشمن رسول سمجھتے تھے لیکن آج پتا چلا کہ اصلی عاشق رسول تو آپ ہی لوگ ہیں۔ اسی جون پور کے حفیظ صاحب تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ سفید داڑھی والے بڑے میاں کون ہیں؟ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ بڑے میاں وہی ہیں حفیظ جون پوری شاعر جو آپ کے پاس کس حالت میں گئے تھے، حضرت بہت خوش ہوئے۔

دیکھیے! کسی کو کوئی کیا حقیر سمجھے۔ جب ان انتقال ہونے لگا تو تین دن تک مسلسل روتے رہے، بس نماز پڑھتے تھے اور زمین پر تڑپ تڑپ کر رونے لگتے تھے، اللہ کا خوف طاری ہوگیا، اپنے گھر میں اس دیوار سے اُس دیوار تک اُس دیوار سے اس دیوار تک تڑپتے تھے۔ اور بس روتے تھے کہ یا اللہ! مجھ کو معاف کردے، عجیب کیفیت تھی اور اسی حال میں زمین پر

تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ دیکھیے! گناہ گاروں کی رُوح میں کیسا انقلاب آیا، حالت بدل گئی۔ ایک اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبہ کر کے پاک صاف ہو کر چلے گئے اور اپنے دیوان میں تین شعر بڑھا گئے۔ فرمایا کہ

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور اُن کی شانِ ستّاری تو دیکھو

گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو

ہوا بیعت حفیظؔ اشرف علی سے
بہ ایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

ہمارے یہاں نعمانی صاحب تھے، مولانا شبلی نعمانی کے سگے بھتیجے، انتقال سے تین چار دن پہلے میرے پوتوں کو اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو بلاتے تھے کہ یہاں آؤ، ہاتھ اُٹھاؤ، میرے لیے دعا مانگو، یہ دعا مانگو کہ اللہ اس بڈھے کو معاف کر دے۔ بس یہی ایک جملہ ان کا تھا، بار بار کہتے تھے، ہر چھوٹے بچے سے دعا کراتے تھے کہ یہ دعا کرو کہ اللہ اس بڈھے کو معاف کر دے، اور کلمہ پڑھتے ہوئے ماشاء اللہ چلے گئے۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں ان کو سفید لباس میں دیکھا جو اچھی علامت ہے، کسی کے محتاج بھی نہ ہوئے، یہی دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! آپ مجھے کسی کا محتاج نہ کیجیے۔

اب آخر میں ایک واقعہ سنا کر یہ مضمون ختم کرتا ہوں جو بہترین علاج ہے کبر کا۔ اور یہ واقعہ میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ بات یہ ہے کہ بزرگ ایسے واقعات پیش کر دیتے ہیں جس سے اس دور کے لوگوں کی سمجھ میں بات جلدی آجاتی ہے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک لڑکی کی شادی ہو رہی تھی، سارے محلہ کی سہیلیوں نے اسے سجایا۔ پہلے زمانے میں رواج تھا کہ محلہ کی لڑکیاں

www.khanqah.org

آتی تھیں اور اپنی سہیلی کو سجاتی تھیں، کوئی ناک میں نتھ پہنارہی ہے، کوئی کان میں ایرن (بُندے) پہنارہی ہے، کوئی سَر میں جھومر لگارہی ہے، کوئی بالوں میں تیل لگاکر کنگھا کررہی ہے، کوئی سرمہ لگارہی ہے، اسے خوب سجاکر محلہ کی لڑکیوں نے کہا کہ بہن مبارک ہو، بہت اچھی لگ رہی ہو، تمہارے اندر تو بڑا حسن وجمال آگیا۔ یہ سن کر وہ لڑکی رونے لگی۔ سہیلیوں نے پوچھا کہ تم کیوں رورہی ہو؟ تمہیں تو خوش ہوجانا چاہیے۔ کہا کہ میں اس لیے رورہی ہوں کہ تمہاری تعریف سے میرا بھلا نہیں ہوگا، جب شوہر دیکھ کر مجھ کو پسند کرلے، جس کے ساتھ زندگی گزارنی ہے وہ دیکھ کر کہہ دے کہ تم مجھے اچھی لگ رہی ہو تب مجھے خوشی ہوگی۔ ابھی تو پتا نہیں کہ میں اسے پسند آؤں گی یا نہیں، تمہاری نظر میں اچھی لگنے سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک دیہاتی مثل ہے ”جھلنی تو گڑھایوں پیا اپنے مناں سے پیا من بھاوالا کہ نائیں۔“ یہ ہندی زبان کا ایک محاورہ ہے کہ یہ زیور تو میں نے اپنی پسند سے بنایا لیکن نہ معلوم شوہر کو پسند آئے گا کہ نہیں۔

اس واقعے کو بیان کرکے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے کہ ایسے ہی دنیا بھر کے لوگ کسی انسان کی تعریف کریں کہ ارے حضرت! آپ کا کیا کہنا، آپ کے چہرے سے تو انوار ٹپک رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں میں تو بجلی کی دوکان ہے، جس کو آپ دیکھ لیتے ہیں اللہ والا ہوجاتا ہے، اور میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ آپ آسمان میں اُڑ رہے تھے، اور آپ تقریر کرتے ہیں تو کیا کہنا، بجلی گراتے ہیں۔ ہر طرف سے تعریفیں سن سن کر آدمی پھول جاتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ گدھا موٹا ہوتا ہے بھوسہ سے اور آدمی کان کے راستے سے موٹا ہوتا ہے۔ کان کے راستے سے اس کی تعریف آئے تو وہ موٹا ہوجائے گا۔ چاہے اس کو فاقہ ہورہا ہو، ایسے لیڈر میں نے دیکھے کہ چپل پھٹی ہوئی، بالکل غریب لیکن الیکشن میں جیت گئے، ہر طرف سے تعریف ملی، کچھ دنوں میں خوب موٹے ہوگئے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

جانور فربہ شود از ناؤ نوش
آدمی فربہ شود از راہِ گوش

جانور موٹا ہوتا ہے بھوسہ کھاکر، آدمی کا نفس کانوں سے اپنی تعریف سن سن کر پھول جاتا ہے۔ لہٰذا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ سناکر رونے لگے اور آنکھوں میں

www.khanqah.org

آنسو بھر کر فرمایا کہ ساری دنیا تعریف کرے لیکن سوچو کہ قیامت کے دن مخلوق کی یہ تعریف کام آئے گی یا کہ اللہ کی نظر کام دے گی۔ جب قیامت کے دن اللہ کی نظر میں ہماری نماز، ہمارے سجدے، ہمارا وعظ، ہماری پیری مریدی، ہمارے حج، ہمارے عمرے، ہماری نیکیاں پسند آجائیں اور اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ ہم نے قبول کیا تب خوش ہونا۔ ابھی کیا پتا ہے کہ ان کی نظر میں ہم کیسے ہیں، کیا کوئی خبر آئی ہے؟ عشرۂ مبشرہ اور صحابہ جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ[۱۸] کہ میں ان سے راضی ہوں، وہ مستثنیٰ ہیں مگر ہم لوگوں پر تو کوئی آیت نازل نہیں ہوئی لٰہذا ڈرتے رہیے، اپنی قیمت خود نہ لگائیے۔ وہ غلام نہایت بے وقوف ہے جو اپنی قیمت خود لگالے۔ بھائی! غلام کی قیمت مالک لگاتا ہے یا وہ خود لگاتا ہے؟ غلام کی قیمت تو مالک لگاتا ہے، بس جب قیامت کے دن مالک تعالیٰ شانہٗ ہماری قیمت لگادیں اور فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہوں پھر جتنا چاہو اُچھلو کُودو۔ بڑے پیر صاحب شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب ایمان کو سلامتی سے قبر میں لے جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ فرمادے گا کہ میں تم سے خوش ہوں تب میں وہاں خوب خوشی مناؤں گا۔ ابھی تو روتے ہی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور عمل بھی کرتے رہو لیکن اتنا خوف بھی نہ ہو کہ نااُمید ہو کر عمل ہی چھوٹ جائے۔ خوف بس اتنا ہی مطلوب ہے کہ آدمی گناہوں سے بچ جائے، خوف اور اُمید کے درمیان میں ایمان ہے۔ میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

دیکھیے! جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيۡنَ يُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ[۱۹]

وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں۔ یہاں اسم موصول ''مَا'' بلاغت کے لیے ہے۔ اسم موصول میں ابہام ہوتا ہے جس سے بلاغت مقصود ہوتی ہے۔ یعنی صحابہ اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرتے ہیں لیکن اس سے ان کے دل میں اکڑ نہیں آتی بلکہ ڈرتے رہتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس

۱۸؎ البینۃ:۸

۱۹؎ المؤمنون:۶۰

www.khanqah.org

آیت کی کیا تفسیر ہے یعنی خوب خرچ کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کے راستے میں جہاد میں مال دیتے ہیں، پھر کیوں ڈرتے ہیں؟ اَھُوَ الرَّجُلُ یَسْرِقُ وَیَزْنِیْ وَیَشْرَبُ الْخَمْرَ کیا یہ چوری کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں، ایسا نہیں ہے وَلٰکِنَّہُ الرَّجُلُ یَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُ وَیُصَلِّیْ یہ روزہ رکھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ اَنْ لَّا یَتَقَبَّلَ مِنْہُ معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں۔[۲۰] دیکھیے! نص قرآنی سے یہ علاج ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ علاج فرمارہے ہیں۔ قیامت تک کے لیے یہ سبق مل گیا کہ عمل کرنے کے بعد دل میں ڈر آنا چاہیے کہ معلوم نہیں قبول ہے یا نہیں۔ اور اگر تسبیحات سے، تہجد سے، چلّے لگانے سے پیٹ میں اور بھی زیادہ تکبر کے پلّے پیدا ہوجائیں تو بتاؤ یہ چلّے قبول ہوں گے؟ رائے ونڈ میں اکابر تبلیغ سے بھی یہ بات سنی کہ جس عمل کے بعد اکڑ آجائے تو سمجھ لو قبول نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بڑھ کر کس کا اخلاص ہوسکتا ہے کہ اللہ کا گھر بنایا، لیکن کعبہ بنانے کے بعد اکڑ نہیں آئی کہ ہم نے اللہ کا گھر بنایا ہے، اپنے اخلاص پر ناز نہیں کیا کہ اب تو قبول کرنا ہی پڑے گا، بلکہ گڑ گڑا رہے ہیں، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کہ اے خدا! ازراہِ کرم قبول فرمالیجیے۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَفِی اخْتِیَارِ صِیْغَۃِ التَّفَعُّلِ اِعْتِرَافٌ بِالْقُصُوْرِ[۲۱] تَقَبَّلْ باب تفعّل سے ہے اور تفعّل میں خاصیت تکلّف کی ہے۔ پس تَقَبَّلْ کہنے میں اپنے عجز و قصور کا اعتراف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے خدا! ہماری تعمیر اس قابل نہیں ہے کہ آپ قبول فرماویں لیکن آپ بہ تکلّف قبول فرمالیجیے، ہمیں حق نہیں پہنچتا، آپ ازراہِ کرم ازراہِ رحمت قبول فرمالیجیے۔ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یعنی سَمِیْعٌ بِدَعْوَاتِنَا وَعَلِیْمٌ بِنِیَّاتِنَا آپ ہماری دعا کو سن رہے ہیں اور ہماری نیت سے باخبر ہیں کہ ہم نے آپ ہی کے لیے یہ تعمیر کی ہے۔

---

[۲۰] مسند احمد: ۱۵۶/۴۲، مسند الصدیقۃ عائشۃ - التفسیر الکبیر: ۱۰۸/۱۲ - روح المعانی: ۴۴/۱۸، مطبوعۃ بیروت

[۲۱] روح المعانی: ۳۴۸/۱، البقرۃ (۱۲۷)، دار احیاء التراث، بیروت

دونوں نبیوں کی یہ دعا قیامت تک کے لیے ہمارے واسطے ہدایت ہے۔ دونوں پیغمبروں کا یہ عمل اللہ نے قرآن میں نازل کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو آگاہ فرمادیا کہ جب کبھی نیک عمل کی توفیق ہوجائے، چاہے حج کی توفیق ہو، عمرہ کی توفیق ہو، تلاوت کی توفیق ہو، تہجد کی توفیق ہو، روزہ کی توفیق ہو، جس نیک عمل کی بھی توفیق ہوجائے تو اکڑو مت، ناز نہ آئے کہ اوہ! میں نے آج اتنا کرلیا۔ آج میں نے اتنی تلاوت کرلی، آج میں نے اتنے نوافل پڑھ لیے، آج میں اللہ کا مقرب ہوگیا۔ باقی سب لوگ تو غافل اور نافرمان ہیں اور اگر کچھ عبادت گزار ہیں بھی تو ایسے کہاں جیسا میں ہوں۔ بس جہاں یہ ''میں'' آئی تو سمجھ لو کہ وہ بکری ہوگیا۔ وہ بھی میں میں کرتی ہے۔ یہ ''میں'' ہی تو انسان کو تباہ کردیتی ہے۔

لہٰذا یہ آیت تکبر و عجب کا علاج ہے۔ کوئی نیک عمل ہوجائے تو اکڑو مت بلکہ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا کہو۔ جو شخص کہہ دے گا رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کبر سے پاک ہوجائے گا۔ جب اللہ سے گڑگڑا رہا ہے تو اب اس میں تکبر کہاں رہا۔ جس میں بڑائی ہوتی ہے وہ کہاں گڑگڑانا جانتا ہے، وہ تو اکڑنا جانتا ہے، اِدھر اُدھر اپنی ڈینگیں ہانکتا ہے، لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ آج تو ماشاء اللہ بہت سویرے آنکھ کھل گئی، نوافل کے بعد رونے کی بھی توفیق ہوئی، میری آنکھیں نہیں دیکھتے ہو کیسی لال لال سی ہو رہی ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ڈبل حاجی کے پاس ایک آدمی مہمان ہوا، اس حاجی نے دو حج کیے تھے، اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ ارے فلانے! میرے مہمان کو اس صراحی سے پانی پلاؤ جو میں نے دوسرے حج میں مدینہ شریف سے خریدی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس ظالم نے ایک جملہ میں دونوں حج ضایع کردیے۔ ہزاروں روپیہ کا خرچہ، آنے جانے کی محنتیں، طواف اور سعی، منیٰ اور عرفات کا ثواب، سب ضایع ہوگئے کیوں کہ اپنے عمل کا اظہار کردیا۔ بس اب دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ عجب و کبر سے، ریا سے اور جملہ رذائل سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادے اور اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقۡنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرۡضٰی رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ
یَآ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ

www.khanqah.org

کمالاتِ اشرفیہ سے مجدد الملت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

تکبر کی تعریف اور اس کا علاج

فرمایا کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمالِ دنیوی یا دینی میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے۔ پس اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ تکبر کی حقیقت ہے جو حرام ہے اور معصیت ہے۔ اس لیے جب اپنے کسی کمال پر نظر جائے تو یہ مراقبہ کرلیا کریں جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ تکبر سے حفاظت رہے گی، وہ مراقبہ یہ ہے:

(ا) اگرچہ میرے اندر یہ کمال ہے مگر میرا پیدا کیا ہوا نہیں، حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔

(ب) اور عطا بھی میرے کسی استحقاق سے نہیں ہوا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور رحمت ہے۔

(ج) پھر عطا کے بعد اس کا بقا (باقی رہنا) میرے اختیار میں نہیں بلکہ حق تعالیٰ جب چاہیں چھین لیں۔

(د) اور اگرچہ اس دوسرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر آیندہ ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اس کو یہ کمال اس طرح حاصل ہوجاوے کہ میں اس کمال میں اس کا محتاج ہوجاؤں۔

(ز) یا فی الحال ہی اس شخص میں کوئی کمال ایسا ہو جو مجھ سے مخفی (پوشیدہ) ہو اور دوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے مخفی ہو اور حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعہ سے زیادہ ہو۔

(س) اگر کسی کا کوئی کمال بھی ذہن میں نہ آوے تو یہ احتمال قائم کرے کہ شاید یہ شخص اللہ کے نزدیک مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو۔ تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اس کو حقیر سمجھوں۔

(و) اور اگر بالفرض سب باتوں میں یہ مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے، مریض کا صحیح پر، ضعیف کا قوی پر، فقیر کا غنی پر، لہٰذا مجھ کو چاہیے کہ اس پر شفقت اور رحم کروں۔ اس کی تکمیل میں کوشش کروں، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو یا فُرصت نہ ہو تو

دُعائے تکمیل ہی سہی۔ اس خیال کے بعد اس کی تکمیل کے لیے کوشش شروع کردے۔ اس تدبیر سے اس شخص کے ساتھ تعلق شفقت کا پیدا ہوجائے گا اور طبعیت کا خاصہ ہے کہ جس کی تکمیل اور تربیت میں کوشش کرتا ہے اس سے محبت ہوجاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی۔

(ہ) اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کبھی کبھی اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات چیت کرلیا کرے، اس کا مزاج پوچھ لیا کرے۔ اس سے ایک دوسرے سے تعلق ہوجاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر جاتی رہتی ہے۔

(خلاصۂ ملفوظ، ص:۹۴)

تکبر کا ایک پائیدار علاج

فرمایا کہ تکبر کا ایک علاج یہ ہے کہ عادات قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار کیے جاویں (یعنی ان لوگوں کی عادتیں اختیار کی جائیں جن کو زیادہ عزت و شہرت حاصل نہیں) مثلاً کپڑے میں پیوند لگا کر پہنے بلکہ غیر میل کا پیوند لگائے اگر اتنا اور کرے کہ ایک ہفتہ یا ایک مہینہ تو ایسا لباس پہنے اور ایک ہفتہ یا ایک مہینہ عمدہ لباس پہنے تو اس طرح چوں کہ نفس کو زیادہ انقباض اور تکلیف ہوگی اس لیے زیادہ مجاہدہ اور جلد اصلاح ہوگی۔

(ص:۱۱۸)

تکبر کے مفاسد اور مُعالجات

فرمایا کہ صاحبو اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ایسا فعل ہے جس میں مفاسد ہی مفاسد (بُرائیاں ہی بُرائیاں) ہیں، آدمی اپنے کو کبھی بڑا نہ سمجھے۔ اگر یوں ذہن میں نہ آوے تو چاہیے بہ تکلف اس کی مشق کرے۔ اہل اللہ نے اس کی تدابیر لکھی ہیں، وہ یہ ہیں کہ اگر اپنے سے چھوٹے کو دیکھے تو اس وقت یہ خیال کرے کہ یہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے اس نے گناہ کم کیے ہیں، میری عمر زیادہ ہے گناہ بھی میرے زیادہ ہوں گے اور اپنے سے بڑے کو دیکھے تو یوں خیال کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے اس نے نیکیاں مجھ سے زیادہ کی ہوں گی۔ لوگ ان باتوں کو توہمات سمجھتے ہیں لیکن یہ توہمات ہی کام دینے والے ہیں۔

(ص:۲۸۴)

فرمایا کہ بڑے بننے میں لوگوں کو مزہ آتا ہے حالاں کہ چھوٹے ہونے میں مزہ ہے کیوں کہ بڑے بننے میں سارے بار اس پر آجاتے ہیں۔ہاں اگر منجانب اللہ کوئی خدمت اس کے سپرد ہوجائے تو اس کی مدد ہوتی ہے اور خود بڑا بننے میں مدد نہیں ہوتی۔

اور جبکہ وہ بڑائی بھی جو بلا قصد خود بخود ملے وہ بھی خطرہ سے خالی نہیں تو خود بڑا بننے کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ اور ایسے لوگ کم ہیں کہ سامان بڑائی کا ہو اور گمان بڑائی کا نہ آوے، یہ صدیقین (بڑے درجہ کے اولیاء) کا کام ہے۔

(ص:۱۲۹)

تکبر کا علمی و عملی علاج

فرمایا کہ بعض سمجھ دار ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود امارت اور دولت کے نہایت متواضع ہیں (یعنی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے) مگر اکثروں کی حالت اس کے خلاف ہی ہے۔ ان متکبروں کو سمجھنا چاہیے کہ ہم ایسی چیز پر تکبر کرتے ہیں جس کا حصول ہمارے اختیار میں نہیں اور حصول تو کیا اختیار میں ہوتا اس کا بقا (باقی رکھنا) بھی تو اختیار میں نہیں پھر ایسی چیز پر تکبر کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ تو تکبر کا علمی علاج ہے اور عملی علاج یہ ہے کہ غُرباء کی تعظیم و تواضع کریں، خوشی سے نہ ہوسکے تو بہ تکلّف ہی کریں۔ ان سے خوش خلقی اور نرمی اور شیریں کلامی سے پیش آئیں، وہ جب ملنے آئیں تو کھڑے ہوجایا کریں۔ ان کی دلجوئی کریں۔

(ص:۲۶۵)

فرمایا کہ اگر خدا کسی کو بے فکری سے کھانے کو دے تو یہ نعمت ہے لیکن اس میں ایک نقصان بھی ہے کہ کبر، ناز و عجب، غرور، غفلت، غریبوں کی تحقیر، کمزوروں پر ظلم اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ تدبر اور تفکر سے کام لے اور سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا ہے ورنہ میں بالکل نااہل تھا، مجھ میں کوئی کمال بھی نہ تھا۔ بلکہ اپنے گناہوں پر نظر کرکے سوچے کہ میں تو سزا کا مستحق تھا اور اگر بالفرض مجھ میں کوئی کمال بھی تھا تو مجھ سے زیادہ کمال رکھنے والے پریشان حال پھرتے ہیں، پھر اس کا فضل ہی تو ہے جو اس نے مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا، اب میں ناز کس بات پر کروں۔

(ص:۲۶۴)

تکبر بصُورتِ تواضع

فرمایا کہ کبھی تکبر بصُورتِ تواضع بھی ہوتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ جو تواضع (خاکساری) بقصدِ تکبر (تکبر کی نیت سے) ہوتی ہے اس کے بعد فخر ہوتا ہے اور اس تواضع و خاکساری کے بعد کوئی تعظیم نہ کرے تو بُرا مانتا ہے، اور جو تواضع بقصدِ تواضع ہو اس میں خوف ہوتا ہے اور کسی کی تعظیم نہ کرنے سے بُرا نہیں مانتا اور اپنے کو عدم تعظیم ہی کا مستحق سمجھتا ہے۔

(ص:۱۶۹)

شکر اور کبر کا فرق

فرمایا کہ جو شخص حق پر ہو (یعنی صحیح عقیدہ و صحیح عمل والا ہو) اس میں بھی لوگوں کی دو حالتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرے، یہ تو مطلوب ہے۔ اور ایک یہ کہ اس پر ناز ہو، یہ جہل ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے مثلاً ایک شئے ہے کہ دو شخص اس پر قابض ہیں مگر ایک تو مالک ہے اور دوسرا محض تحویلدار، سو مالک تو ناز کر سکتا ہے مگر تحویلدار نہیں کر سکتا بلکہ اس کو بھی یہی اندیشہ لگا رہے گا کہ کہیں مجھ سے چھین نہ لے۔ اسی طرح اگر کسی نعمت پر بندے میں خوف کی کیفیت ہے کہ کہیں مالکِ حقیقی اس نعمت کو سلب نہ کرلے تو یہ شکر ہے کہ یوں سمجھ رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے ورنہ کبر ہے۔ پس اہل حق کو چاہیے کہ ترساں و لرزاں رہیں، اہل باطل کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔

(ص:۱۳۸)

عجب کا علاج اور نعمتوں پر خوش ہونا

فرمایا کہ اگر استحضارِ نعم (نعمتوں کے دھیان) کے ساتھ اس کا استحضار بھی کرلیا جاوے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ موہبتِ الٰہیہ (عطائے الٰہی) ہیں، وہ اگر چاہیں ابھی سلب کرلیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا فرما رکھی ہیں اور دوسروں کے متعلق اس کا استحضار کرلیا جاوے کہ اگرچہ یہ لوگ ان خاص فضیلتوں سے خالی

www.khanqah.org

ہوں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رُتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں استحضار کے بعد جو سُرور رہ جائے گا وہ عُجب نہ ہو گا، یا تو فرحتِ طبعی ہو گی جو مذموم نہیں، یا شکر ہو گا جب منعم کے استحسان کا بھی استحضار ہو جس پر اَجر ملے گا۔

(ص:۲۷۹)

علاج تکبر

المارى اسرار کے تالے کو ذرا کھول
ظاہر ہوا جاتا ہے ترے ڈھول کا سب پول

اے نُطفۂ ناپاک تُو آنکھیں تو ذرا کھول
زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تجھے بول

❁❁❁❁

اشکوں کی بُلندی

خُداوندا مجھے توفیق دے دے
فِدا کر دُوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گُنہگاروں کے اشکوں کی بُلندی
کہاں حاصل ہے اخترؔ کہکشاں کو

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب علیہ الرحمہ

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کر و یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ

”اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے، مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے“۔

اصلاح کا آسان نسخہ

مجوزہ حکیم الامّت مجددالملّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ نظم حکیم الاُمّت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے وعظ ''ملّتِ ابراہیم'' صفحہ ۴۸ کا چربہ ہے جو کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے، حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو تھانہ بھون میں موصول ہُوا اسی وقت حضرتِ والا نے احقر کو حکم دیا کہ اسے نظم کر ڈالو۔ حضرتِ والا نے اور دوسرے اکابر نے اس نظم کو بہت پسند فرمایا، اس لیے ہدیۂ ناظرین ہے۔ محمّد اختر عفی عنہ

مخاطب ہے میرا وہ گُم کردہ راہ
جسے یاس نے کر دیا ہو تباہ

جسے آہ! ہمّت دَوا کی نہ ہو
سکت جس میں پرہیز کی بھی نہ ہو

وہ مایوس بندہ یہ مُژدہ سُنے
بڑے عارفِ حق کا نسخہ سُنے

وہ جو تھے مجدّد و غوثِ زماں
وہ تھانہ بھون کے حکیمِ جہاں

رہے عشقِ حق میں شب و روز مست
ہمیشہ رہا نبضِ اُمّت پہ دست

ہُوا ہر گرفتارِ آزارِ سخت
تری صحبتِ پاک سے نیک بخت

جنہیں رات دن فکرِ ملّت کی تھی
بڑی فکر اصلاحِ اُمّت کی تھی

www.khanqah.org

وہ مولائے اشرف علی شاہِ دیں / دکھاتے رہے عمر بھر راہِ دیں

انہی کا یہ نسخہ ہے اِصلاح کا / خدا سے فقط ہے وہ الحاح کا

ہے نسخہ بہت سہل و آسان سا / کرے نفسِ بد کو جو بے جان سا

وضو کر کے دو رکعتیں تم پڑھو / نیت اس میں توبہ کی پہلے کرو

دُعا کے لیے ہاتھ کو پھر اُٹھا / خُدا سے تو رو کر کرے التجا

الٰہی گنہ گار بندہ ہوں مَیں / سراپا برا اور گندہ ہوں مَیں

بہت سخت مجرم کمینہ ہوں مَیں / گناہوں کا گویا خزینہ ہوں مَیں

نہ قوّت گناہوں سے بچنے کی ہے / نہ ہمّت عمل نیک کرنے کی ہے

ترا ہو اِرادہ اگر اے کریم / تو ہو پاک پل میں یہ بندہ لئیم

تو ہی غیب سے کوئی سامان کر / گناہوں سے بچنے کو آسان کر

ارادے مرے نیک اعمال کے / حوالے ہوئے نفس کی چال کے

اگر تیری توفیق ہو چارہ گر / تو پھر نفس و شیطاں سے کیا مجھ کو ڈر

مَیں بندہ ترا ہوں محض نام کا / بنا دے کرم سے مجھے کام کا

تلوّن مزاجی مری ختم کر / مرے عزم کو تو عطا جزم کر

www.khanqah.org

عطا کر مجھے ذرّۂ دردِ دل
ترا درد ہو جائے یہ آب و گل

رہِ غیب سے کر مری رہبری
تری بندگی سے ہو عزّت مری

دِکھا غیب سے مجھ کو راہِ نجات
پِلا اپنے مُردے کو آبِ حیات

کرم سے خطاؤں کو تو عفو کر
گناہوں کے انبار کو محو کر

یقیناً گُنہ مجھ سے ہوں گے ضرور
کرا لوں گا پھر عفو اپنا قصور

غرض روز اس طرح اقرار ہو
ندامت کا ہر روز اظہار ہو

عجب کیا بہت جلد ان کا کرم
ہدایت کا سامان کر دے بہم

وہ کر دے تجھے پاک ہر عیب سے
ہو نصرت تری پردۂ غیب سے

نہ بٹہ لگے گا تری شان میں
نہ فرق آئے گا کچھ تری آن میں

اگر جسم تیرا ذرا ہو علیل
حکیموں کی سُنتا ہے تو بے دلیل

دوا تلخ سے تلخ پیتا ہے تو
خوشامد طبیبوں کی کرتا ہے تو

مداوائے تن میں تو تو چُست ہے
مگر فکرِ ایماں میں کیوں سُست ہے

تری عقل دُنیا میں کیا کر گئی
مگر دین میں وہ کہاں مر گئی

نہ خود اپنی جو فکرِ درماں کرے
خُدا کیا ہدایت کو چسپاں کرے

بڑے شرم کی بات ہے دوستو ۔۔۔ کہ اتنی بھی ہمّت نہ تم کر سکو
اگر یونہی غفلت میں گذری حیات ۔۔۔ نتیجہ بُرا ہو گا بعد الممات

ہو سہل اِس سے صورت کوئی آہ کیا
بھلا اِس سے آسان ہو راہ کیا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ رب العالمین

www.khanqah.org

حدیث پاک میں ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت تو کیا اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ تکبر باطنی بیماریوں میں سے ایسی بیماری ہے جس کی جلد از جلد اصلاح کرانے کی از حد ضرورت ہے۔ سارے نیک عمل کی ادائیگی کے باوجود صرف تکبر ہی کی بیماری انسان کو جنت سے دور کردینے کے لئے کافی ہے۔

تکبر کیا ہے؟ اور اس کا علاج کیسے ممکن ہے؟ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس وعظ ''علاج کبر'' میں ان تمام سوالات کا جواب موجود ہے جن پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ انسان تکبر کی بیماری کے گناہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

AW-005

ناشر

کتب خانہ مظہری

[illegible]